قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ السَّعِید
بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد رائے پوری** مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِ اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی **عبدالخالق آزاد رائے پوری** جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

اپریل 2024ء / رمضان المبارک/شوال المکرّم ۱۴۴۵ھ • جلد نمبر 16، شمارہ نمبر 4 • قیمت: 30 روپے • سالانہ ممبرشپ: 350 روپے

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

ترتیبِ مضامین

- تہذیبِ نفس وسماج کے لیے نماز اور زکوٰۃ کی اہمیت
- لالچ اور حرص کا غلبہ
- حضرت اُمِ حرام بنتِ ملحان خزرجیہ نجاریہ انصاریہ رضی اللہ عنہا
- مابعد الیکشن ناگفتہ بہ صورتِ حال اور قومی تقاضے
- صفاتِ الٰہیہ میں غور و فکر سے متعلق احادیثِ قدسیہ (2)
- مامون الرشید عہد کے قاضی القضاۃ؛ یحییٰ بن اکثمؒ
- آئی ایم ایف کے کیا کہنے!
- صہیونی جارحیت کے ممکنہ مہلک اثرات
- رمضان المبارک میں دو خاص کاموں کے اہتمام کا حکم
- تین نظریات کے مطابق دنیا کے نظام ہائے حیات وقوع پذیر ہوئے
- نظامِ اعتکاف سے مسلمان میں پانچ اُمور پیدا کرنے مقصود ہیں
- اعتکاف؛ خواص کے لیے غور و فکر کرنے کا اہم موقع
- رمضان المبارک میں نوافل کی جماعت کی شرعی حیثیت
- ''قیام اللیل'' کے حوالے سے ولی اللّٰہی مشائخ کا معمول
- اعتکاف، صدقۂ فطر اور عید الفطر کے احکام و مسائل

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا **شاہ عبدالقادر** رائے پوری قدس سرہ مسند نشینِ ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

''جس طرح (اسلامی قانون میں) مجتہدین کا سلسلہ ہوتا ہے، اسی طرح اولیاء اللہ میں بھی اس فن کے (صاحبِ رائے) مجتہد ہوتے ہیں۔ چناں چہ حضرت (شاہ عبدالرحیم رائے پوری) — رحمۃُ اللّٰہ علیہ — نے فرمایا تھا کہ: ''(اسلامی) تصوف (کی تاریخ) میں مجتہد گزرے ہیں''۔

کسی سوال کے جواب میں حضرت والاؒ نے یہ بھی فرمایا کہ: ''ہمارے علما کا بڑا احسان ہے جو انھوں نے یہ قاعدہ بیان کر دیا کہ کسی (شخص) کا کشف دوسرے (لوگوں) کے لیے حجت نہیں، ورنہ بڑی مشکل پیش آتی (کہ اس عنوان سے اپنی ذاتی رائے کا پابند بنایا جاتا)۔

یہ بھی فرمایا کہ: ''(مسلمانوں کی تاریخ میں) اولیاء اللہ اتنے (زیادہ) ہوئے ہیں کہ میں انھیں اسلام کی صداقت کی دلیل کے طور پر بیان کیا کرتا ہوں''۔

(۱۷/رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ/15/اگست 1946ء۔ مقام: رائے پور)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص:154، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

درسِ قرآن

تفسیر: شیخ التفسیر مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

تہذیبِ نفس وسماج کے لیے

نماز اور زکوٰۃ کی اہمیت

گزشتہ آیات (البقرہ:109-108) میں مسلمانوں سے کہا جا رہا تھا کہ انسانیت دشمن قوموں اور غضبِ الٰہی کے مستحق مذاہب کی منفی عادات واطوار سے دور رہیں۔ اور یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ وہ تمھیں بھی دینِ حنفی سے ہٹا کر اپنے مفادات کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ ان سے بچو اور انھیں نظرانداز کرو۔

اگلی آیت (البقرہ:110) میں مسلمان جماعت کو نماز کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق قائم کرنے اور اپنی جماعت کے داخلی نظم وضبط پر توجہ دینی چاہیے۔ اس طرح خداپرستی اور انسان دوستی کے لیے اپنے آپ کو اجتماعی طور پر مضبوط بنانے کی ضرورت ہے۔

وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ (اور قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ): نماز سے بڑھ کر کوئی عبادت اللہ کے ساتھ سچا تعلق قائم کرنے میں برابر نہیں ہے۔ اس لیے نماز کا نظام قائم کرنے کا حکم دیا گیا کہ مسلمان ایک جماعت کے طور پر ایک امام کے پیچھے پورے نظم ونسق کے ساتھ اللہ کے حضور جمع ہوں اور اپنے دلوں کو اللہ کے نور سے منور اور منظم کریں۔ ایسی اجتماعیت قائم کرنے کے لیے نماز باجماعت کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ اس سے انسانی شخصیت کی تعمیر اجتماعی اُصولوں پر قائم ہوتی ہے۔

نماز کے بعد زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ انسانی معاملات کو منظم کرنے میں مالی وسائل کی جمع آوری کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے۔ اپنے مالی معاملات کو درست کرنا اور مال کا ایک مخصوص حصہ اجتماعِ انسانی کے لیے خرچ کرنا ضروری ہے۔ سوسائٹی کے کمزور اور محتاج لوگوں کے لیے وسائلِ معاش کا بندوبست کرنا اور اس طرح دل کی بڑھی ہوئی مالی خواہشات اور بخل ایسی برائیوں سے اپنے آپ کو بچانا بہت اہم ترین عمل ہے۔

زکوٰۃ کے حوالے سے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ:

''زکوٰۃ کے قانون کو نافذ کرنے کی دو بنیادی مصلحتیں ہیں: ایک مصلحت کا تعلق انسانی نفس کو مہذب بنانے کے حوالے سے ہے۔ چوں کہ انسانی قلوب میں بخل ہوتا ہے اور بخل تمام بداخلاقیوں میں سب سے بُرا ہے، جس کا نقصان دنیا اور آخرت میں ہوتا ہے۔ جو آدمی اپنے نفس کے بخل کو دور کرکے پابندی سے زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو یہ اُس کے لیے بہت ہی زیادہ نفع بخش ہے۔ دوسری مصلحت کا تعلق ریاست اور نظامِ مملکت کے ساتھ ہے۔ اس لیے کہ انسانی سوسائٹی میں بہت سے لوگ کمزور، حاجت مند ہوتے ہیں اور معاشروں میں مختلف اقوام پر قدرتی آفتیں بھی آتی رہتی ہیں۔ اس لیے لازمی قرار دیا گیا کہ محتاجوں اور ضرورت مندوں کے ساتھ خیر خواہی کی جائے اور حادثات اور آفتوں کی وجہ سے جو لوگ بھوک وافلاس میں مبتلا ہیں، ان کی دادرَسی کی جائے۔ پھر یہ بھی ہے کہ کسی مملکت کا نظام مالی وسائل کے بغیر نہیں چل سکتا۔ ملک کے نظم ونسق کو چلانے والے لوگوں کے لیے وسائل کی فراہمی ضروری ہے۔ ان ضروریات کے لیے اجتماعی طور پر لوگوں کو ملکی خزانے میں اپنے مال کا مقرر کردہ حصہ جمع کرانا ضروری ہے۔ اس لیے شریعت میں ان دونوں مصلحتوں کو مجموعی طور پر پیشِ نظر رکھتے ہوئے زکوٰۃ کا نظام قائم کیا گیا ہے''۔ (حجۃ اللہ البالغہ، ابواب الزکوٰۃ ملخص)

شریعت کی تعلیمات میں نماز اور زکوٰۃ کے درمیان بڑا گہرا تعلق قائم کیا گیا ہے۔ قرآن حکیم نے عام طور پر جہاں بھی نماز کا حکم دیا ہے، اس کے فوراً بعد زکوٰۃ کا حکم بھی دیا ہے۔ اس لیے کہ نماز کی تکمیل دل کے بخل کو دور کیے بغیر نہیں ہوسکتی۔ انسانی اجتماع اور نظمِ مملکت کے لیے معاشی وسائل کی فراہمی اور زکوٰۃ کی ادائیگی تبھی مکمل طور پر نفع بخش ہوسکتی ہے، جب وہ اللہ کے ساتھ سچے تعلق اور نماز کی صحیح کیفیت کے ساتھ ہو۔

وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ (اور جو کچھ آگے بھیج دو گے اپنے واسطے بھلائی، پاؤ گے اس کو اللہ کے پاس): اس آیت میں مسلمانوں کو یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ جب انسانی معاشرے میں اچھے اور خیر کے کاموں کا سلسلہ چل پڑتا ہے تو وہ ایک دوسرے سے جڑتے چلے جاتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں وہ تمام کام مجموعی طور پر محفوظ ہوتے ہیں۔ اس لیے اپنے فکر وعمل کے سلسلے کی اچھی طرح حفاظت کی جائے، کسی انسان دشمن اور غضبِ الٰہی کی مستحق قوم کے رویوں اور عادات سے متأثر ہو کر اپنے فکر وعمل کے قیمتی سلسلے کو توڑنا نہیں چاہیے۔ گو یہ لوگ حسد، کینہ اور بغض سے دینِ اسلام کے قبول کیے ہوئے تمھارے اس سلسلے کو توڑنا چاہتے ہیں، لیکن تم پوری استقامت کے ساتھ اس سلسلے پر قائم رہو گے تو ضرور اللہ تعالیٰ کے پاس اُس کا اجر پاؤ گے۔ خیر کے کاموں کا یہ سلسلہ کبھی رائیگاں نہیں جائے گا۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: ''انسانی اعمال اللہ کے ہاں محفوظ ہوتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جب انسان کوئی عمل کرتا ہے تو وہ اُس کے نفس کے دامن کے ساتھ چپک جاتا ہے۔ مثلاً اگر اُس نے خیر کا کوئی عمل کیا تو وہ انسانی نفس کے ساتھ وابستہ ہوگیا۔ یہ عمل اُسے ایک دوسرے خیر کے عمل پر اُکساتا ہے۔ اس طرح اعمال کا ایک سلسلہ ترتیب وار قائم ہوجاتا ہے۔ اس طرح انسان کے تمام اعمال کا ڈیٹا اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ ''فوقانی نظام'' میں محفوظ ہوتا رہتا ہے اور آخرت میں اُن تمام اعمال پر جزا یا سزا دی جاتی ہے''۔ (حجۃ اللہ البالغہ، باب لصوق الاعمال بالنفس)

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (بیشک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو سب دیکھتا ہے): مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے اعمال اور افکار کی نگہداشت کرتے رہیں، اس لیے کہ خود ذاتِ باری تعالیٰ بھی اُن کے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ جب اللہ پر ایمان لائے ہیں تو اُس کے احکامات کے مطابق اعمال کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ اس سے روگردانی کرنا درست نہیں ہے۔ ایسی صورت میں دشمن قوموں کے افکار ونظریات سے متأثر ہو کر احکاماتِ الٰہیہ کو پسِ پشت ڈالنا کسی صورت درست نہیں۔ اپنے ایمان کی حفاظت کرنا اور اپنی جماعتی طاقت کو مضبوط بنانا لازمی اور ضروری ہے۔

درسِ حدیث

از: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

لالچ اور حرص کا غلبہ

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ – رضی اللّٰہ عنہ – : أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ:

"إِنِّیْ فَرَطٌ لَكُمْ وَ أَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ، وَ إِنِّیْ وَاللّٰهِ! لَأَنْظُرُ إِلٰى حَوْضِی الْآنَ، وَ إِنِّیْ أُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ أَوْ مَفَاتِيْحَ الْأَرْضِ، وَ إِنِّیْ وَاللّٰهِ! مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِی، وَلٰكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا". (الجامع الصّحیح للبُخاری، 1344)

(حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"دیکھو! میں تم سے پہلے جا کر (آخرت میں) تمھارے لیے میر ساماں بنوں گا اور میں تم پر گواہ رہوں گا۔ اور اللہ کی قسم! میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں، اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں یا رُوئے زمین کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ اور اللہ کی قسم! مجھے اس کا ڈر نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے، بلکہ مجھے تمھارے بارے میں ڈر ہے کہ تم لوگ یہ خزانے حاصل کرنے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرو گے"۔)

زیرِ نظر حدیث کے آخر میں نبی ﷺ فرما رہے ہیں کہ میں تم سے پہلے آخرت میں پہنچوں گا اور میں تمھاری زندگی کے بارے میں اللہ کے سامنے گواہی دوں گا۔ اور فرمایا کہ آخرت کی ایک اہم ترین نعمت 'حوضِ کوثر' کی صورت میں مجھے دی گئی ہے۔ اور دنیا کے حوالے سے ایک اہم ترین نعمت 'زمین کے خزانوں کی کنجیاں' میرے حوالے کی گئی ہیں۔ گویا کہ دنیا اور آخرت پر مبنی آپؐ کو دو نعمتیں عطا کی گئی ہیں: پہلی: حوضِ کوثر۔ یہ آخرت میں وہ مبارک آبِ حیات ہوگا جو پینے والے کے لیے حیاتِ دائمی اور رُوحانی بالیدگی کا سبب ہوگا۔ دوسری نعمت یہ کہ دنیا کے خزانوں پر مشتمل نعمتوں کی چابیاں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کردی ہیں، تاکہ ان خزانوں کو انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے استعمال کیا جائے۔ جو لوگ حضورؐ کے دین سے رہنمائی لے کر تقسیمِ دولت کا عادلانہ نظام قائم کریں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں دُنیوی نعمتوں سے مالا مال کردیں گے۔ اجتماعی ترقی اور خوش حالی ہوگی اور مسلمان خود اور ان کے زیرِ سایہ ہر ایک آسودہ حال ہوجائے گا، لیکن نبیؐ نے ایک خدشے کا اِظہار فرمایا کہ تم لوگ لالچ اور حرص کے مرض کا شکار ہوجاؤ گے۔

آج ایسی صورتِ حال جنم لے چکی ہے۔ سرمایہ پرستانہ سوچ کے حامل لوگوں نے دنیا کے اکثر حصے پر بداَخلاقی پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام مسلط کر رکھا ہے۔ انسانیت پریشان ہے۔ اُمت ایک بڑی مصیبت میں مبتلا ہے۔ معاشی طبقاتی نظام قائم ہے۔ مال دار لوگ کثرتِ مال کے نشے میں اَخلاق، انسانیت اور آخرت کو بھول گئے ہیں۔ مالی کمی کی وجہ سے غریب طبقہ بُری اقتصادی حالت اور معاشی تباہی کا شکار ہے، جس سے اس کی ذہنی اور جسمانی حالت کمزور ہوگئی ہے۔ اپنے عزو وقار کو بھول کر بے دلی، مایوسی، چاپلوسی کا شکار ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اللہ پہ بھروسہ کرکے عادلانہ معاشی نظام کے قیام کی جدوجہد کی جائے۔

صحابہؓ کا ایمان افروز کردار

مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

حضرت اُمِّ حرام بنتِ مِلحان خزرجیہ نجاریہ انصاریہ رضی اللہ عنہا

حضرت اُمِّ حرام بنتِ مِلحان خزرجیہ نجاریہ انصاریہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہٗ کی خالہ اور حضرت اُمِّ سُلیم رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ آپ ﷺ ان کی زیارت و ملاقات کے لیے ان کے گھر تشریف لے جایا کرتے اور ان کو عزت و تکریم دیتے۔ آپؓ جلیل القدر صحابیات میں شامل ہیں، جن کی تعلیم و تربیت رسول اللہ ﷺ نے فرمائی اور آپؓ مسلمان خواتین کے لیے نمونہ بن گئیں۔

حضرت اُمِّ حرامؓ کے قبیلے آلِ مِلحان کا تعلق ان قابلِ قدر انصار سے تھا، جنھوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی محبت سے سرشار تھے۔ دینِ حق کے غلبے کے لیے پورے خاندان نے ہر قسم کی جانی و مالی قربانیاں پیش کیں۔ ایمان و عملِ صالح، جہاد، علم اور ایثار و سخاوت کے میدانوں میں لازوال اَنمٹ نقوش چھوڑے۔ حضرت اُمِّ حرامؓ کے دو بھائی معرکہ بِئرِ معونہ میں شہید ہوئے اور پہلا خاوند اور بیٹا اُحد کی جنگ میں شہید ہوئے۔ آپؓ وہ عظیم خاتون ہیں جنھوں نے عہدِ نبویؐ میں اپنے کردار کی بڑی عمدہ چھاپ چھوڑی۔ حضرت اُمِّ حرام نے 5 حدیثیں روایت کی ہیں۔

حضور ﷺ حضرت اُمِّ حرامؓ کے مکان پر کبھی کبھی دوپہر کو قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ حجۃ الوداع کے بعد ایک دن آپؐ ان کے مکان مقامِ قباء تشریف لائے، کھانا تناول فرمایا قیلولہ فرمایا۔ حضرت اُمِّ حرام نے آپؐ کے بالوں میں کنگھی کی اور آپؐ کو نیند آگئی۔ کچھ دیر بعد نیند سے بیدار ہوئے تو ہونٹوں پر تبسم تھا۔ حضرت اُمِّ حرامؓ نے عرض کی کہ: یارسول اللہ! آپ کے مسکرانے کا کیا سبب ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ: "میں نے ابھی ابھی اپنی اُمت کے کچھ مجاہدین کو خواب میں دیکھا ہے کہ وہ سمندر میں کشتیوں پر اس طرح بیٹھے ہوئے جہاد کے لیے جارہے ہیں، جس طرح بادشاہ لوگ اپنے اپنے تخت پر بیٹھے رہا کرتے ہیں"۔ حضرت اُمِّ حرامؓ نے کہا کہ: یارسول اللہ! دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان مجاہدین میں شامل فرمائے۔ پھر آپؐ سوگئے اور دوبارہ پھر اسی طرح ہنستے ہوئے اُٹھے اور یہی خواب بیان فرمایا تو اُمِّ حرامؓ نے کہا کہ آپ فرمائیے کہ میں ان مجاہدوں میں شامل ہوں تو آپؐ فرمایا کہ: "تم پہلے مجاہدین کی صف میں رہوگی"۔

اس خواب کی تعبیر دورِ نبوت کے سولہ سال بعد 27 ہجری میں اس وقت ہوئی، جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ کے دور میں قسطنطنیہ پر حملے میں حضرت اُمِّ حرامؓ اپنے خاوند حضرت عُبادہ بن صامتؓ کے ہمراہ شریک ہوئیں اور سمندری جہاد میں شرکت کرنے والی پہلی مسلمان خاتون قرار پائیں۔ اس موقع پر وہاں سے واپسی پر سواری سے گر کر شہید ہوگئیں۔ اس طرح وہ مسلمان خواتین میں پہلی شہیدہ ہیں، اسی لیے آپ کا لقب "شهيدة البحر" (سمندری شہیدہ) تھا۔ آپؓ کی شہادت کا تذکرہ حدیث کی چھ مشہور و معروف کتب کے علاوہ سیرتِ رسول، سوانح اور طبقات کی کئی کتابوں میں منقول ہے۔

(ماخذ: بخاری، مسلم، الاصابہ، اسد الغابہ، سیر اعلام النبلاء، صحابیاتِ طیبات)

مابعد الیکشن ناگفتہ بہ صورتِ حال اور قومی تقاضے

الیکشن 2024ء میں دَھونس، دھاندلی اور ڈِھٹائی سے جو نتائج لیے گئے، ان کی بنیاد پر منصوبے کے مطابق ملک میں پی ڈی ایم ٹو کی حکومت وجود میں آ چکی ہے، جس میں منتخب ہونے والے نئے وزیراعظم نے اس نئے صدر کو نیک خواہشات کے ساتھ پھولوں کا گلدستہ پیش کیا، جنھیں وہ کبھی اُلٹا لٹکانے اور پیٹ پھاڑ کر پیسے نکالنے کی بڑھکیں مارا کرتے تھے۔ ایسے باہم متضاد عناصر کا حکومت کے لیے اکٹھے ہو جانا' اس نئے حکمران اتحاد کی شکل میں اس فرسودہ سیاسی نظام کے سنگین بحران کی نشان دہی کر رہا ہے۔

پاکستان کی بربادی اور تباہی کی ذمہ داری میں شریک عناصر نے باہم مل کر حکومت سازی کی ہے، جو قوم کو پاکستان کے بچانے کا چورن بیچیں گے، حال آں کہ الیکشن مہم کے دوران یہی پارٹیاں ایک دوسرے کے خلاف بڑھ چڑھ کر عوام دشمنی کے سرٹیفکیٹس تقسیم کر رہی تھیں، تاکہ اپنے ووٹ بینک میں اضافے کے ذریعے اپنی بارگین صلاحیت کو بڑھا سکیں اور اب اقتدار کی بندر بانٹ کو ملک میں سیاسی استحکام کا تقاضا قرار دے کر جواز کی سند دے رہی ہیں۔ الیکشن کمیشن کے فارم 45 اور 47 کے درمیان معلق ''منتخب حکومت' مقتدرہ کی چھڑی کے طور پر معلوم نہیں کتنے مہینے اور سال نکالتی ہے!؟ کیوں کہ ان فارمز کی بنیاد پر عدالتوں میں سینکڑوں درخواستیں دائر ہو چکی ہیں اور حکومتوں کے بدلنے کا جو کھیل ایک عرصے سے عدالتوں کے ذریعے کھیلا جاتا رہا ہے، ''سلیکٹڈ'' اور ''اِمپورٹڈ'' کے بعد اسی کی موجودہ قسط، فارم 45 اور 47 کو آگے پیچھے کر کے ''ٹمپرڈ'' کے عنوان سے پیش کی جا چکی ہے۔ صدرِ پاکستان، وزیراعظم اور وِفاقی کابینہ سمیت صوبوں میں بھی انتقالِ اقتدار کا مرحلہ طے ہو چکا، لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ مرکز کی وزارتیں ہوں یا صوبوں کی کابینائیں، یہ جن چہروں پر مشتمل ہیں، یہ چہرے انھی چہروں کا تسلسل ہیں جو گزشتہ کئی دہائیوں سے قوم پر مسلط اور اس نظام کی چاکری میں فخر محسوس کرتے ہوئے نسل در نسل اس کرپٹ نظام کا پانی بھر رہے ہیں۔

پاکستان میں ''عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے، عوام کے لیے'' کے سلوگن پر بار بار کے الیکشن کے بعد مخصوص طبقے ہی کیوں اقتدار پر آ کر قابض ہو جاتے ہیں؟ یہ وہ سوال ہے جس پر قومی حمیت رکھنے والے حلقوں کو غور کرنا چاہیے کہ آخر وہ کون سے عوامل ہیں، جن کی وجہ سے یہاں کی اشرافیہ پاکستان کے غیر مستحکم سیاسی اور معاشی ماحول میں اقتدار حاصل کرنے کے اپنے ناجائز استحقاق کو برقرار رکھنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔

یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ پاکستانی معاشرہ ایک نہایت فرسودہ طبقاتی ڈھانچے پر کھڑا ہے۔ ملک میں جہاں ایک طبقہ زندگی کے بنیادی حقوق سے محروم کولہو کے بیل جیسی زندگی گزارنے پر مجبور ہے، وہیں ایک ایسا طاقت ور طبقہ موجود ہے جو سیاسی و اقتصادی وسائل پر قابض ہو کر اقتدار پر بھی اپنی گرفت مضبوط کیے ہوئے ہے۔ طاقت ور طبقہ کسی ایک پیشے یا گروہ میں منحصر نہیں ہوتا، بلکہ اس کی جڑیں سرمایہ دار تجوریوں، جاگیردارانہ رسہ گیریوں، بیوروکریٹ سوٹوں، سیاسی اچکنوں، مذہبی جبوں اور فوجی بوٹوں تک پھیلی ہوتی ہیں۔ یوں یہ سارے عناصر مل کر ایک مافیا کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ پھر یہ اپنے مشترکہ مفادات کے لیے سیاست اور حکمرانی کا ایک مشترکہ منصوبہ تشکیل دے کر سادہ لوح عوام کو الیکشن اور ووٹ کے نام پر بے وقوف بناتے رہتے ہیں۔ اگر یہ محسوس کریں کہ ملک کا مذہب، آئین، قانون، دستور اور اَخلاقیات ان کے راستے کا بھاری پتھر ثابت ہو سکتے ہیں تو یہ اس کے تقدس کی پرواہ کیے بغیر اسے بھی درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے۔ ایسے طبقاتی نظام میں غیر حقیقی سیاسی قوتیں ہمیشہ طبقاتی اتحاد کی سرپرست قوت کے حق میں اپنا وزن ڈالنے کے لیے بہ ظاہر آپسی اختلافات ظاہر کرتی رہتی ہیں، جیسا کہ ہمارے ہاں کی سیاسی جماعتوں میں مقتدرہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے مقابلہ بازی چلتی رہتی ہے۔ جب کسی ملک میں ایسی صورتِ حال پیدا ہو جائے اور طبقاتی ڈھانچے پر قابض قوتیں اپنے استحصالی ہتھکنڈوں میں وحشیانہ طرزِ عمل اختیار کر لیں تو عوام کا رُجحان انارکی اور قانون شکن سرگرمیوں کی طرف مڑنے میں دیر نہیں لگتی۔

ایسے میں ملک میں ایک ایسے منظّم فورم کا وجود ازبس ضروری ہو جاتا ہے، جو عوام میں نظامِ وقت کے حقیقی تانے بانے کا شعور اُجاگر کرے اور عوام کے حقوق کی بازیابی کے لیے شعوری تقاضوں کی تکمیل کے لیے اپنی جان لڑا سکے۔ ایسی صورتِ حال میں اگر ملک کو ایسی باتدبیر اور باہمت قیادت میسر نہ آئے تو عوامی غیض و غضب ایک انارکی کی شکل اختیار کر لیتا ہے جو بذاتِ خود قوم کے لیے ایک آزمائش ثابت ہوتی ہے۔

آج پاکستان کا سماجی، معاشی اور سیاسی نظام' ملک دشمن اور عوام مخالف طبقاتی ہتھکنڈوں پر استوار ہونے کی وجہ سے ہچکولے کھا رہا ہے۔ یہاں کوئی ایسی باصلاحیت منظّم عوامی قوت موجود نہیں، جو ایک صالح قومی جماعت کے طور پر عوام کے حقوق کا قرار واقعی ادراک رکھتی ہو اور اس کے مطابق مطلوبہ مزاحمتی حکمتِ عملی سے واقف ہو، بلکہ اس کے برعکس طبقاتی نظام کی طاقت کے مراکز نام نہاد سیاسی حاشیہ برداروں کے ذریعے عوام پر مسلط ہیں۔ یوں کسی حقیقی تبدیلی کا سورج طلوع نہیں ہو پا رہا ہے۔ چناں چہ دولت کے مسلسل ارتکاز اور مراعات یافتہ طبقوں کی مراعات میں مسلسل جاری اضافے کے سبب عوام میں غیض و غضب کا لاوا اُبل رہا ہے۔ عام آدمی سڑکوں پر نکل کر بجلی اور گیس کے بل پھاڑ رہا ہے۔ بجلی کی تقسیم کار کمپنیوں کے دفاتر کا گھیراؤ کر رہا ہے۔ سرکاری افسروں کو بجلی، گیس، پیٹرول میں حاصل ناجائز مراعات پر دُہائیاں دے رہا ہے۔ سرکاری نمبر پلیٹوں والی گاڑیوں کو دیکھ کر اظہارِ نفرت کر رہا ہے۔

عام آدمی کا یہ طرزِ عمل اور احتجاج' پاکستان میں حکمران طبقات اور اشرافیہ کے خلاف گہرے غصے، مایوسی اور ناراضگی کا ایک واضح اظہار ہے، مگر یہاں کی سیاسی جماعتوں سمیت طبقاتی ڈھانچے کے مقتدر عناصر مل جل کر ایک لنگڑی لولی، اندھی بہری حکومت قائم کر کے ''جمہوریت کے تسلسل اور سیاسی استحکام'' کے نام پر عوام کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایسے میں یہاں صالح قومی فکر رکھنے والے حلقوں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ حقیقی قومی ایجنڈے کی تشکیل کریں اور اپنی اجتماعی جدوجہد کو منظّم کر کے حقیقی قومی تبدیلی کی رہنما قیادت تیار کریں۔ (مدیر)

افکارِ شاہ ولی اللہؒ

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

صفاتِ الٰہیہ میں غور و فکر سے متعلق احادیثِ قدسیہ (2)

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ "حُجّةُ اللّٰهِ البالِغه" میں فرماتے ہیں:

(3۔ بندے کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کی خوشی کا حال)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جس نے کسی پُرخطر جگہ پڑاؤ کیا ہو، اس کے ساتھ اس کی سواری بھی ہو اور اس پر کھانے پینے کی چیزیں موجود ہوں۔ وہ سر رکھ کر سو گیا ہو اور جب بیدار ہوا ہو تو اس کی سواری غائب ہو گئی ہو۔ آخر بھوک و پیاس یا جو کچھ اللہ نے چاہا، اسے سخت لگ جائے، وہ اپنے دل میں سوچے کہ مجھے اب گھر واپس چلا جانا چاہیے، اور جب وہ واپس ہوا اور پھر سو گیا، لیکن اس نیند سے جو سر اُٹھایا تو اس کی سواری وہاں کھانا پینا لیے ہوئے سامنے کھڑی ہے، تو خیال کرو اس کو کس قدر خوشی ہوگی''۔ (صحیح بخاری، 6308)

(4۔ اپنے گناہوں پر ندامت اور معافی کی خواستگاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے ربّ عزوجل سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: ''ایک بندے نے گناہ کیا، اس نے کہا: اے اللہ! میرا گناہ بخش دے، تو (اللہ) تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے گناہ کیا ہے، اس کو پتہ ہے کہ اس کا ربّ ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے۔ اس بندے نے پھر گناہ کیا تو کہا: میرے رب! میرا گناہ بخش دے، تو (اللہ) تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: میرا بندہ ہے، اس نے گناہ کیا ہے تو اسے معلوم ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ بخش دیتا ہے اور (اگر چاہے تو) گناہ پر پکڑتا ہے۔ اس بندے نے پھر سے وہی کیا، گناہ کیا اور کہا: میرے ربّ! میرے لیے میرا گناہ بخش دے، تو (اللہ) تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے گناہ کیا تو اسے معلوم ہے کہ اس کا ربّ ہے جو گناہ بخشتا ہے اور (چاہے تو) گناہ پر پکڑ لیتا ہے، (میرے بندے! اب تو) جو چاہے کر، میں نے تجھے بخش دیا ہے''۔ (صحیح مسلم، حدیث: 7986)

(5۔ اللہ تعالیٰ کی سو رحمتوں میں سے ایک رحمت دنیا میں نازل ہوئی ہے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کی سو رحمتیں ہیں، ان میں سے ایک رحمت جنوں، انسانوں، حیوانوں اور زہریلے جانوروں میں اُتار دی، جس کے ذریعے وہ باہم شفقت اور رحم کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے وحشی جانور اپنے بچے پر شفقت کرتا ہے، جب کہ اللہ نے ننانوے رحمتیں اپنے پاس رکھی ہیں، جن کے ذریعے وہ روزِ قیامت اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا''

متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ، حدیث: 2365)

(6۔ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا سے سات سو گنا تک)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: ''جب (ایک) بندہ مسلمان ہو جائے اور اس کا اسلام عمدہ ہو (یقین و خلوص کے ساتھ ہو) تو اللہ اس کے گناہ کو جو اس نے اس (اسلام لانے) سے پہلے کیا معاف فرما دیتا ہے، اور اب اس کے بعد کے لیے بدلا شروع ہو جاتا ہے، (یعنی) ایک نیکی کے عوض دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک (ثواب) اور ایک بُرائی کا اسی بُرائی کے مطابق (بدلہ دیا جاتا ہے)، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس بُرائی سے بھی درگزر کرے (اور اسے بھی معاف فرما دے، یہ بھی اس کے لیے آسان ہے)''۔ (صحیح بخاری، حدیث: 41)

(7۔ دنیا کی حیثیت ایک اُنگلی پر لگے ہوئے پانی سے بھی کم ہے)

وہ احادیث کہ جن میں دنیا کو ایک ایسے پانی سے تشبیہ دی ہے کہ جو کسی دریا میں اُنگلی ڈالنے سے اُس پر لگتا ہے۔ (وہ احادیث درج ذیل ہیں:)

(1) حضرت مستورد بن شداد فہری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: ''دنیا کی مثال آخرت کے سامنے ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈبوئے اور پھر دیکھے کہ اس کی انگلی سمندر کا کتنا پانی اپنے ساتھ لائی ہے''۔ (جامع ترمذی، حدیث: 2323)

(2) حضرت مستورد (بن شداد قرشی) فہری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! آخرت (کے مقابلے) میں دنیا کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنی ایک انگلی سمندر میں ڈالے''۔ (راوی) یحییٰ نے اپنی انگشتِ شہادت کی طرف اشارہ کیا۔ پھر دیکھے وہ (انگلی) اس میں سے کیا (نکال کر) لاتی ہے''۔ (صحیح مسلم، حدیث: 7197)

(8۔ دنیا کی پستی کی مثال)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (مدینہ کی) کسی بالائی جانب سے داخل ہوتے ہوئے بازار سے گزرے، لوگ آپؐ کے پہلو میں (آپ کے ساتھ چل رہے) تھے۔ آپؐ حقیر سے کانوں والے مرے ہوئے میمنے کے پاس سے گزرے۔ آپؐ نے اسے کان سے پکڑ کر اُٹھایا، پھر فرمایا: ''تم میں سے کون اسے ایک درہم کے عوض لینا پسند کرے گا؟'' تو انھوں نے کہا: ہمیں یہ کسی بھی چیز کے عوض لینا پسند نہیں، ہم اسے لے کر کیا کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا: ''(پھر) کیا تم پسند کرتے ہو کہ یہ تمھیں ویسے ہی مل جائے؟'' تو انھوں نے عرض کی: اللہ کی قسم! اگر یہ زندہ ہوتا تو تب بھی اس میں عیب تھا، کیوں کہ (ایک تو) یہ حقیر سے کانوں والا ہے، پھر جب وہ مرا ہوا ہے تو کس کام کا؟ اس پر آپؐ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! جتنا تمھارے نزدیک یہ حقیر ہے، اللہ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر ہے''۔ (صحیح مسلم، حدیث: 7418)

(أبواب الإحسان، باب: 3، بقيّةُ مَباحث الإحسان)

اسلامی دور کی ناقابلِ فراموش شخصیات

مفتی محمد اشرف عاطف، لاہور

مامون الرشید عہد کے قاضی القضاۃ؛ یحییٰ بن اکثمؒ

ابو محمد یحییٰ بن اکثمؒ امام ابوحنیفہؒ کے پوتے اسماعیل بن حمادؒ کی وفات کے بعد بصرہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ اہلِ بصرہ نے آپؒ کی صغرِ سنی پر تعجب کا اظہار کیا۔ آپؒ سے عمر پوچھی تو آپؒ نے کہا کہ: میں عتاب بن اُسیدؓ سے عمر میں بڑا ہوں، جن کو نبی اکرم ﷺ نے مکہ کا قاضی بنایا تھا۔ اور میں معاذ بن جبلؓ سے بھی بڑا ہوں، جن کو نبی اکرمؐ نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا۔ آپؒ نے حدیث کی تعلیم اپنے دور کے جلیل القدر مشائخ سے حاصل کی، جن میں امام محمد بن حسن شَیبانیؒ، عبداللہ بن مبارکؒ اور سُفیان بن عُیینہؒ ایسے محدث و فقیہ شامل ہیں۔ آپؒ کے علمی وفقہی لحاظ سے عظیم المرتبت ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ امام بخاریؒ اور امام ترمذیؒ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

مسلمانوں کے عروج کے زمانے میں قضا کا محکمہ انتہائی اہم ہوتا تھا۔ تمام مفتوحہ علاقوں میں ہر فرد تک انصاف کی رسائی کے لیے محکمہ قضا کی شاخیں قائم تھیں، لیکن صدر دفتر بغداد میں تھا۔ اس محکمے کے افسرِ اعلیٰ کو ''قاضی القضاۃ'' (چیف جسٹس) کے لقب سے مخاطب کیا جاتا تھا۔ اس دور میں اس منصبِ عالی پر دو شخص نہایت ممتاز ہوئے: ایک یحییٰ بن اکثمؒ اور دوسرے احمد بن داوٗدؒ۔ یحییٰ بن اکثمؒ کی اس منصب پر تقرری کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ مامون الرشید نے بصرہ کے لیے اسماعیل بن حماد بن ابوحنیفہؒ کے انتقال کے بعد ان کی جگہ قاضی مقرر کرنا چاہا تو انٹرویو کے لیے اہلِ علم کو دعوت دی گئی۔ اُمیدواروں میں یحییٰ بھی شامل تھے۔ چوں کہ یہ کچھ زیادہ خوش منظر نہیں تھے تو مامون نے ان کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا۔ یہ سمجھ گئے اور کہا کہ اگر میری صورت غرض ہے تو خیر، ورنہ اصلی لیاقت واہلیت کا پتہ تو امتحان سے ہی چلے گا۔ مامون الرشید نے ایک سوال کیا کہ: ایک میت نے والدین اور دو بیٹیاں چھوڑیں، پھر ایک بیٹی فوت ہوگئی اور وہی پہلے والے ورثاء باقی رہے تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ یحییٰ نے کہا میت مذکر ہے یا مؤنث؟

مامون اس سوال سے ہی سمجھ گیا کہ قاضی یحییٰ نے اصل مسئلہ سمجھ لیا ہے۔ ان کو قاضی کے منصب پر فائز کر دیا گیا۔ ان کے علمی جوہر کھلنے شروع ہوئے تو ان کو محکمہ قضا کا سربراہ بنا دیا گیا۔ مامون ان کی بہت قدر کرتا تھا، ان کو اپنے تخت پر جگہ دیتا۔ قاضی صاحب کی دیانت، امانت اور زہد و ورع کے بارے میں سبھی اہلِ علم کا اتفاق ہے، تاہم چند نامناسب باتیں بھی بعض مؤرخین نے قاضی صاحب کی طرف منسوب کی ہیں۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ مؤرخین نے اس طرح کی باتیں قصہ گو واعظوں سے نقل کی ہیں۔ چوں کہ یحییٰ بن اکثمؒ کے ذاتی کمالات اور بادشاہِ وقت کے ساتھ قریبی تعلقات کے باعث لوگ حسد کیا کرتے تھے، یہ الزام تراشی حسد کا ہی شاخسانہ ہے۔ ہاں! البتہ قاضی صاحب طبعاً خوش مزاج تھے، ہر ایک سے گھل مل جانا اور خوش طبعی بھی اس طرح کی باتوں کا سبب ہوسکتی ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون، ج:۱،ص:۶۱)

ملکی معیشت

ملکی معیشت
ملکی معیشت

محمد کاشف شریف ، اسلام آباد

آئی ایم ایف کے کیا کہنے!

اگست 2023ء میں اسمبلیوں کی مدت مکمل ہونے پر اندازہ لگایا جا رہا تھا کہ نگران سیٹ اپ دو سے اڑھائی سال تک اپنا کام جاری رکھے گا اور اس دوران اس کے ذمے معاشی صورتِ حال میں بہتری کے اقدامات ہوں گے۔ اس حکمتِ عملی کی تائید میں ہمارے دانش ور اور تجزیہ نگار بھی بات کرتے رہے۔ اس اثنا میں آئی ایم ایف نے گویا اپنا حکم جاری کرتے ہوئے قرض کی آئندہ قسط الیکشن کے ساتھ مشروط کردی۔ چناں چہ تمام ترحیلوں اور حجت کے باوجود الیکشن کروانے ہی پڑے۔ اس دوران چھ ماہ میں نگران حکومت نے مِن وعَن وہی کیا جو آئی ایم ایف کی مرضی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ وزیرِ خزانہ شمشاد اختر کی خوب پذیرائی ہوئی اور مشکلات میں گھری معیشت کو رواں دواں رکھنے پر قرض کی دوسری قسط بھی جاری کردی گئی۔ لیکن اپنی ٹرم کی رپورٹ میں محترمہ نے برملا اعتراف کیا کہ پاکستان کا قرضوں کا بوجھ اب ادائیگی کے قابل نہیں رہا، کیوں کہ اب ہماری آمدن بھی اس قابل نہیں ہے کہ صرف قرضوں پر صرف سود ہی ادا کر پائے، اس لیے نگراں حکومت کے چھ ماہ میں مرکز اور صوبوں نے ملا کر تین ہزار ارب روپے قرض صرف مقامی بینکوں سے لیا ہے۔ آئی ایم ایف کی ایما پر دیگر اقدامات میں کرنسی کی قدر کو طلب اور رَسد کی بنیاد پر استوار کرنا، آمدن بڑھانے کے لیے بجلی، گیس اور پیٹرول کے نرخوں میں ہوش رُبا اضافہ، شرح سود کو افراطِ زر سے مطابقت رکھتے ہوئے زیادہ رکھنا وغیرہ شامل تھا، جس پر نگران حکومت نے بلا چون و چرا عمل کیا۔

ان چھ ماہ کے دوران کرنسی؛ سٹہ بازوں پر کریک ڈاؤن کر کے اور درآمدات پر روک لگا کر کنٹرول میں کی گئی اور دوسری طرف بجلی اور گیس کو بے پناہ مہنگا کر دیا گیا، لیکن کچھ اقدامات پر نگران حکومت عمل نہ کرسکی۔ ان میں قابلِ ذکر بیرونی سرمایہ کاری، نجکاری، ایف بی آر اصلاحات اور ٹیکس دہندگان میں ریٹیل اور زرعی شعبے کی شمولیت ہے۔ بیرونی سرمایہ کاری میں ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں آئی۔ نجکاری کے میدان میں پی آئی اے اور روز ویلٹ ہوٹل پر معمولی پیش رفت کی گئی اور پی آئی اے سے متعلق نقصان قوم پر ڈال دیا گیا اور اس پر بھی ڈالر نہیں آیا۔ ایف بی آر اصلاحات کی بات ہڑتال کی نظر ہوگئی۔ اور رہی بات ریٹیل اور زرعی شعبے کی تو اس طرف رُخ کرنے کا وقت ہی نہیں ملا۔

اگست 2022ء میں ڈالر کی قیمت کو بینکوں کی سطح پر سٹے بازی کے ذریعے بڑھایا گیا اور اربوں روپے کمائے گئے۔ اس تناظر میں اسٹیٹ بینک نے حبیب بینک سمیت آٹھ بینکوں کے خلاف تحقیقات بھی کی تھیں۔ اس بینک کے صدر اور نئے وزیرِ خزانہ نے آتے ہی کہا ہے کہ وہ نگران حکومت کی پالیسیوں کے تسلسل کو برقرار رکھیں گے۔ گویا آئی ایم ایف ہمارے سر کا تاج رہے گا اور قوم ان مالیاتی اداروں اور بینکوں کے ریکارڈ توڑ منافع کے لیے دن رات خوار ہوگی اور محنت مزدوری کرے گی۔ یوں ان سرمایہ داروں کی معیشت پٹری پر چڑھ ہی جائے گی۔

عالمی منظرنامہ

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

صیہونی جارحیت کے ممکنہ مہلک اثرات

(امریکی فوج کا کرنل ریٹائرڈ ڈگلس میک گریگر (Col.Douglas Macgregor) 1997ء تا 1999ء چیف آف سٹریٹجیک پلاننگ اینڈ ڈائریکٹر آف دی جوائنٹ آپریشن سنٹر سپریم ہیڈکوارٹرز اللیڈ پاور یورپ میں کام کرتا رہا ہے۔ 1995ء میں اس نے سپریشن زون کا تصور اُجاگر کیا۔ آج کل انسٹیٹیوٹ آف نیشنل سٹریٹجیک سٹڈیز، نیشنل ڈیفنس یونیورسٹی واشنگٹن ڈی سی میں بہ طور ریسرچ فیلو کے کام کر رہا ہے۔)

ڈگلس میک گریگر موجودہ حالات میں امریکی حکومت کو مشورہ دے رہا ہے کہ اگر ہم نے مشرقِ وسطیٰ میں جنگ جاری رکھی تو اس قدر تباہی پھیلے گی، جس کے بارے ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ جس حد تک ہو سکے، ہمیں اس جنگ سے باز رہنا چاہیے۔ کیوں کہ اس جنگ سے امریکی معیشت بُری طرح تباہ ہو کر راکھ کا ڈھیر بن جائے گی۔ اس کی رپورٹ میں 18 نکات پر بحث کی گئی ہے، جن میں چند ایک اِجمالاً پیشِ خدمت ہیں:

تیل کی منڈی پر اثرات: دنیا کی آبی گزرگاہ سٹریٹ آف ہارموز (Strait of Hormuz) سے 20 فی صد تیل اور 25 فی صد گیس عالمی منڈی میں فروخت کے لیے گزرتی ہے۔ بند ہونے کی صورت میں تیل کی قیمتیں 200، 250 اور 300 ڈالر فی بیرل تک ہوسکتی ہیں۔ کیا کوئی اتنی مہنگی گیس اور تیل خرید سکتا ہے؟ گویا دنیا معاشی طور پر تباہ ہو جائے گی۔ اس جنگ میں صرف ایران کا نقصان نہیں ہوگا، بلکہ امریکا بھی تباہ ہو جائے گا۔ کیوں کہ امریکی معیشت پہلے ہی فیڈرل ریزرو کے کنٹرول سے باہر ہوتی جا رہی ہے۔

ایرانی جنگی آلات اور میزائل: ایرانی میزائل 12 سو کلومیٹر تک مار کر سکتے ہیں۔ جب وہ اپنے ہدف پر نشانہ لگائے گا تو اس کی بیک پر رُوس اور اس کا دفاعی نظام بھی کھڑا ہوگا۔ اس سے تل ابیب تباہ ہو جائے گا۔ ہم اسرائیل کو نہیں بچا پائیں گے۔

یہ بات کوئی عام آدمی نہیں، بلکہ وہ کرنل کہہ رہا ہے جو امریکا کی جنگوں میں شریک رہا ہے۔ وہ آج بھی امریکی فوج کا نمائندہ ہے اور وہ فوج کے مؤقف کی تائید کرتا ہے۔

امریکا کی فوجی تنصیبات: دنیا میں امریکا کی فوجی تنصیبات پر شدید حملے ہوں گے۔ ان حملوں سے فوجی اور سارے فوجی اڈے تباہ ہو جائیں گے۔ ہمارے لیے انھیں بچانا ناممکن ہو جائے گا، کیوں کہ ایران سمیت علاقائی طاقتوں نے بھرپور تیاری کر رکھی ہے۔ ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

حزب اللہ کی عالمی تشکیل: امریکا کے اندر حزب اللہ کے اتنے جاسوس ہیں کہ ہمیں ان کی تعداد کے بارے میں درست معلومات نہیں ہیں۔ وہ سب بہ یک وقت امریکا پر حملے شروع کر دیں گے۔ اسی طرح میکسیکو میں بھی حزب اللہ کے ایجنٹ پہنچ چکے ہیں، وہ بھی اشارہ ملتے ہی اپنا کام شروع کر دیں گے۔

امریکی پابندیاں: ایران پر جو پابندیاں لگائی گئیں، اس کا نقصان صرف عام آدمی کو ہوا، اس کی زندگی اجیرن ہوگئی۔ اس کے کاروبار اور ملازمتیں متاثر ہوئیں، لیکن حکومت پر اس کا کوئی منفی اثر نہیں ہوا۔ اس کے پروگرام اسی طرح چلتے رہے۔ انھوں نے اپنا ایٹمی پروگرام جاری رکھا۔ اسرائیل کو سمجھ نہیں آ رہی، وہ حماس کو مارنا چاہتا ہے، لیکن اس کے نشانے پر عام فلسطینی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ساری دنیا میں اسرائیل کے خلاف اور حماس کے حق میں جلسے اور جلوس نکل رہے ہیں۔

امریکی طاقت وقوت کی حالیہ حیثیت: امریکا کی پوزیشن تاریخ میں اتنی کمزور کبھی نہیں ہوئی، جتنی آج ہے۔ امریکا کی نیوی بہت کمزور ہے۔ ایران جب حملہ کرے گا تو اس کے کروز میزائل کا مقابلہ ناممکن ہو جائے گا۔ امریکی فوج اس قابل نہیں ہے کہ وہ اس کا مقابلہ کر سکے۔ وہ ناکارہ ہو چکی ہے۔ ویت نام اور افغانستان میں شکست کھا چکی ہے۔ اس میں لڑنے والا جذبہ ہی ختم ہو چکا ہے۔ ہماری ساری فوج یورپ میں بکھری ہوئی ہے، ہم اسے ایمرجنسی میں وہاں سے منگوا نہیں سکتے۔ ہم نے یوکرین جنگ چھیڑی ہوئی ہے۔ حقیقت میں ابھی تک اسرائیل اپنے قیدیوں کو چھڑوا نہیں سکا۔ اس کا مقابلہ ایران سے ہوگا، حزب اللہ سے ہوگا، شام سے ہوگا۔ اس کے بعد روس حملہ آور ہو جائے گا، اس کے پیچھے چین کھڑا ہوگا۔

امریکی معیشت: امریکی معیشت کساد بازاری کا شکار ہو رہی ہے۔ امریکا اپنا قرض ادا کرنے کے قابل نہیں ہے۔ تیل کی قیمتیں آسمان تک پہنچ جائیں گی۔ خوراک کا بحران مچلنا شروع ہو جائے گا۔

مشرقِ وسطیٰ کی صورتِ حال: موجودہ حالات میں عربوں نے اپنی صورتِ حال بہتر بنا رکھی ہے۔ کوئی بھی نہیں چاہتا کہ جنگ پھیلے، کیوں کہ اس سے نہ صرف مشرقِ وسطیٰ کا نقصان ہوگا، بلکہ پورا یورپ اس کی لپیٹ میں آ جائے گا۔

چینی نکتہ نظر: دنیا کی معیشت تباہ ہونے سے چین خاموش تماشائی نہیں رہے گا۔ اسرائیل چین سے تقاضا کر رہا ہے کہ وہ بھی ہمیں سپورٹ کرے۔ چین چاہتا ہے کہ وہ نیوٹرل پوزیشن پر رہے، تاکہ سب کو بٹھا کو معاملہ حل کروائے۔

کرنل ریٹائرڈ ڈگلس میک گریگر کی اس رپورٹ میں جنگ کے مُضر اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے، لیکن ساتھ ہی علاقائی طاقتوں کے جدید ٹیکنالوجی سے لیس ہو کر اُبھرنے کا عندیہ بھی دیا جا رہا ہے۔ چھوٹی اقوام ٹیکنالوجی کے بل بوتے پر بالادستی کے لیے پر تول رہی ہیں۔ آج پورا مغرب بے بسی کی بپتا الاپ رہا ہے۔ یورپ اور امریکا کو گزرنے والے 66 جہاز یمنیوں کے ہاتھوں تباہ ہو چکے ہیں۔ شیطانی طاقتوں کی جب تک کمر نہیں ٹوٹتی، اس وقت تک انھیں کوئی اَخلاق اور انسانی اقدار سمجھ میں نہیں آتیں۔ ٹیکنالوجی اور اس کے استعمال کی بہترین حکمتِ عملی کامیابی کا تعین کرتی ہے۔ علاقائی طاقتیں انھیں اختیار کر کے استعماری جتھوں کے ساتھ نبردآزما ہیں۔ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے؟! ابھی اس کا انتظار رہے گا۔

رپورٹ: سیّد نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

رمضان المبارک میں دو خاص کاموں کے اہتمام کا حکم

۱۶/ رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ/7/ اپریل 2023ء کو حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ لاہور میں خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا: ''معزز دوستو! اللہ تبارک و تعالیٰ نے رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں انسانی روحوں کو اپنی طرف کھینچنے کے لیے دن کے روزے کا مکمل نظامِ صیام اور رات کی عبادت کا نظامِ قیام عنایت فرمایا ہے۔ ان دو کاموں کے کرنے سے انسان کی روحانیت طاقت ور ہوتی ہے اور اس کی بہیمیت کے شدت پسندانہ جذبات میں انسان کا انہماک ختم ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے ساتھ ساتھ ایک تیسرا نظام ''نظامِ اعتکاف'' بھی اس ماہِ مبارک میں ہم پر سنت کے طور پر جاری کیا ہے۔ اعتکاف کا مطلب ہے کسی ایک جگہ پر مقیم ہوجانا، یکسو ہوجانا، بند ہوجانا، باقی تمام کام ملتوی کردینا، صرف اور صرف اللہ کی طرف متوجہ ہوکر دین کے مکمل نظام اور اس کی فقاہت کو سمجھنا۔

ہم جانتے ہیں کہ دنیا کا کوئی نظم و نسق ہائر ایجوکیشن کے بغیر درست خطوط پر قائم نہیں ہوسکتا۔ قرآن حکیم کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے اعتکاف کا ایک نظام مرتب کیا گیا ہے، تاکہ اس کے ذریعے سے انسان ان اعلیٰ امور پر غور و فکر کریں جو انسانیت کی ضرورت اور اللہ سے تعلق قائم کرنے کے حوالے سے ضروری ہیں۔

دن کے وقت روزہ رکھنا ہر مسلمان پر فرض کیا گیا ہے۔ سوائے مریض اور مسافر کے ہر ایک مسلمان بالغ مرد اور عورت پر روزہ رکھنا لازمی ہے۔ مریض اور مسافر کو بھی بعد میں اس کی قضا کرنی ہے۔ کوئی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ رمضان کی راتوں میں قیام کے دو دائرے ہیں: ایک عوامی اور عمومی ہے، جس کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جس نے عشا کی نماز باجماعت ادا کی تو گویا اس نے آدھی رات کا قیام کیا، اور جس نے صبح کی نماز (بھی) جماعت کے ساتھ پڑھی تو گویا اس نے ساری رات نماز پڑھی''۔ (صحیح مسلم، حدیث: 1491) یہ عام لوگوں کے لیے ہے، کیوں کہ ایک مزدور دن بھر کے کام کاج سے رات کو تھکا ہارا آئے تو اس کے جسم میں اتنی سکت نہیں ہوتی کہ وہ لمبی نماز اور لمبی تہجد ادا کرسکے، اس لیے عام مسلمان کے لیے تو یہی ہے کہ وہ باجماعت نماز ادائیگی کا اہتمام کرے اور اگر اس کے ساتھ کچھ سنتیں اور نفلیں بھی پڑھ لے تو گویا اس کی گزری رات بھی ایک عبادت ہے کہ صبح کو اس نے انسانیت کے لیے کام کرنا ہے۔

دوسرا دائرہ ان اعلیٰ استعداد کے حاملین کے لیے ہے جنھیں قرآن حکیم نے ''محسنین'' کہا ہے، جو انسانی سوسائٹی کو لیڈ کرتے ہیں، رہنما ہیں، مراکز کا نظم و نسق چلانے والے ہیں۔ ان کے لیے لازمی ہے کہ اوّل تو پورا ماہ مبارک اللہ کے لیے ایک جگہ مقیم ہوجائیں۔ اگر کام کاج اور دیگر مصروفیات کی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہو تو کم از کم ماہِ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف ضرور کریں۔ اعتکاف کا یہ تصور دنیا کے تمام مذاہب اور سکولز آف تھاٹ (مادی، نجومی اور حنفی) میں پایا جاتا ہے''۔

تین نظریات کے مطابق دنیا کے نظام ہائے حیات وقوع پذیر ہوئے

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک انبیاء علیہ السلام کے ادوار اور انسانیت کا جائزہ لیا جائے تو ممکنہ طور پر تین مذاہب کے مطابق ہی دنیا میں نظام ہائے حیات بنتے ہیں: طبیعات پر مبنی مادیت، علم نجوم اور تحریکِ حنفیت۔ مادیت پسند لوگ زمین کے طبیعاتی خواص، اثرات اور نتائج پر غور و فکر کرتے ہیں اور اس سے جو نتائج مرتب ہوتے ہیں اس کی اساس پر اپنی زندگی کے اعمال مرتب اور نظام مدوّن کرتے ہیں۔ مادیین کے نزدیک مادی نقطہ نظر سے جو چیز فائدہ مند ہوتی ہے اسے اختیار کرتے ہیں۔ جو مادی نقطہ نظر سے نقصان دہ ہوتی ہے اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ مادے کی تحقیق و تفتیش کے پیچھے اپنا اعلیٰ دماغ لگاتے ہیں، اس کے لیے دنیا و مافیہا سے کٹ کر لیب وغیرہ میں بند رہتے ہیں۔ یکسو ہو کر اپنی تمام توانائیاں، ذہنی صلاحیتیں اس کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ پھر کہیں جا کر ایجادات ہوتی ہیں۔ اسی طرح علم نجوم کے شائقین رسدگاہوں میں بیٹھے ہوئے ہر ہر ستارے کی گردش کا پورا نظام دریافت کرتے ہیں کہ مریخ کے کیا اثرات ہیں؟ مشتری کے کیا اثرات ہیں؟ زہرہ کے کیا اثرات ہیں؟ کس وقت مریخ کتنا سلفر زمین پر پھینکتا ہے؟ کتنی اس کی ریڈی ایشن ہے؟ اور کتنا زمین اسے جذب کرتی ہے؟ وہ لوگ علم نجوم اور فلکیات پر یکسو ہوکر تحقیقات کرتے ہیں۔

تحریکِ حنفیت کا حامل مسلمان ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھتا ہے تو دراصل وہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ ارضیات میں سے بھی کوئی چیز خدا نہیں ہے اور فلکیات اور ستاروں میں سے بھی کوئی چیز خدا نہیں ہے۔ اس کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو عبادات کا نظام دیا ہے، نظامِ معاملات دیا ہے، سیاست، معیشت کے امور بتلائے ہیں ان پر وہ غور و فکر کرے، عمل درآمد کرے، اس کا نظام بنائے۔ جس کے لیے اللہ نے کتاب مقدس قرآن حکیم رمضان المبارک میں نازل فرمائی کہ ان ملکوتی علوم پر یکسو ہو کر توجہ کرے، اپنے آپ کو اللہ کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اپنے دور کے مسائل کے حل کرنے کے لیے کردار ادا کرے۔

عجیب بات ہے کہ مادیین ہر گزرتے دن کے ساتھ مادے کی تحقیق و کھوج کے لیے یکسو ہو کر کام کر رہے ہیں، نجومی اپنی فلکیات کی تحقیق اور کھوج میں لگے ہوئے ہیں۔ وہ مسلمان جس کی ذمہ داری تھی کہ ملکوتی نظام پر غور و فکر کر کے اس کے ذریعے سے اپنے دور کے انسانی مسائل حل کرنے کا طریقہ کار وضع کرے، غفلت میں پڑا ہوا ہے۔ رسمی عبادات پر لگا ہوا ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، عبادات اور اعمال کے نتیجے میں تو اس میں یہ صلاحیت پیدا ہونی چاہیے کہ یہ اللہ کی طرف متوجہ ہوکر جدید دور کے وسائل کو استعمال میں لا کر ایک کمزور اور یتیم آدمی کے مسئلے حل کرے۔ جیسے باقی مذاہب کے لوگ یکسو ہوکر غور و فکر کرتے ہیں، کوئی رسدگاہوں میں، کوئی تجربے کی لیب میں، ایسے ہی دین اسلام نے مسلمانوں کے لیے بھی غور و فکر کا ایک نظام وضع کیا ہے، جسے ''نظامِ اعتکاف'' کہتے ہیں''۔

نظامِ اعتکاف سے مسلمان میں پانچ اُمور پیدا کرنے مقصود ہیں

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان میں نظامِ اعتکاف سے پانچ امور پیدا کرنا مقصود ہیں: اعتکاف کا پہلا مقصد ’’جمع الخاطر‘‘ ہے، یعنی انسانی خیالات میں انتشار ختم ہوکر انسان کے تمام خیالات ایک نکتے پر جمع ہوجائیں اور وہ نکتہ توحید کا ہے، ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ تعلق کا ہے۔ اعتکاف کے ذریعے یکسوئی حاصل کرکے اپنے تمام امور کو سرنجام دینے کی بہتر مینجمنٹ پیدا ہوجائے۔ اعتکاف مسجد میں ہونا چاہیے، کیوں کہ مسجد اللہ سے رابطے کا مرکز ہے، جس کا رابطہ بیت اللہ الحرام سے ہے اور بیت اللہ الحرام عرشِ الٰہی کے نیچے ہے۔

اعتکاف کا دوسرا مقصد ’’صفاء القلب‘‘ ہے، یعنی دل کو صاف ستھرا کرنا۔ انسان نے مادی حوالے سے جو اپنی ضروریاتِ زندگی پوری کی ہیں، دل پر ان کے بُرے اثرات نہ رہیں۔ دل کو ہر قسم کے بے جا بوجھ سے آزاد کرکے رمضان مبارک میں عبادات، تلاوت قرآن حکیم، ذکر واذکار اور کثرتِ استغفار میں مشغول کرے۔ اللہ تعالیٰ سے جہنم سے نجات اور جنت کا مطالبہ کرے۔ دل صاف ہوکر متوجہ ہوگیا تو باقی امور کی منصوبہ بندی اور مینجمنٹ پوری جرأت اور ہمت سے ہوگی۔

اعتکاف کا تیسرا مقصد ’’تفرُّغ للطّاعات‘‘؛ نفسِ انسانی عبادات اور اطاعتِ خداوندی کے لیے فارغ ہوجائے۔ خیالات کی یلغار سے نکل کر مثبت اور انسان دوست خیالات کو منظّم اور مربوط انداز میں سمجھنے کے قابل ہوجائے۔

اعتکاف کا چوتھا مقصد ’’تشبُّہ بالملائکہ‘‘ ہے کہ انسان نظامِ ملکوت یعنی فرشتوں سے مشابہت اختیار کرے۔ فرشتوں کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے لوگوں کے لیے ہر وقت رحمت مانگتے ہیں۔ عرش کے چاروں طرف چکر لگاتے ہیں۔ اللہ کے حکم کے مطابق کام کرتے ہیں۔ کسی بھی کام میں نافرمانی نہیں کرتے۔ ہر کام میرٹ پر کرتے ہیں۔ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے انسان کو بھی یہ چاہیے کہ عقل، قلب اور نفس کے تینوں دائروں سے صاف ستھرا اور یکسو ہوکر فرشتوں کی طرح بے غرض کام کرے۔

اعتکاف کا پانچواں مقصد ’’تعرُّض لوجدان لیلۃ القدر‘‘ ہے، یعنی انسان رمضان کے آخری عشرے میں خاص طور پر لیلۃ القدر کو پانے کے درپے اور اس کی طرف متوجہ ہو۔ یہ وہ رات ہے جس میں انسانوں کے لیے اگلے سال کا سسٹم اور نظام جاری کیا جاتا ہے، جس میں انسانیت کے اُمور تقسیم کیے جاتے ہیں۔ جس میں علوم نازل ہوتے ہیں، لیلۃ القدر میں ہی قرآن حکیم کا نزول ہوا ہے۔ لیلۃ القدر سے مقصد علوم کے اس منبع سے رابطہ پیدا کرنا ہے جس سے اپنے دور کے مسائل حل کرنے کی عقل پیدا ہو۔

رمضان کے مہینے میں اولیاء اللہ کا طریقہ کار تو یہ ہے کہ وہ پورا ماہ اعتکاف کرتے ہیں۔ ایسا عام لوگوں کے لئے اگر ممکن نہیں تو کم از کم آخری دس دن تو وہ ضرور اعتکاف کریں اور اس اعتکاف میں ان پانچ مقاصد کو ضرور پیشِ نظر رکھیں‘‘۔

اعتکاف؛ خواص کے لیے غور وفکر کرنے کا اہم موقع

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’اعتکاف کا نظام اس لیے کہ بنایا گیا تھا کہ وہ اعلیٰ دماغ جن پر اپنے دور کے انسانی مسائل حل کرنے کی ذمہ داری ہے، جنھوں نے علم منتقل کرنا ہے، رہنمائی دینی ہے، سسٹم بنانا ہے، جنھوں نے دین کی سیاست اور معیشت قائم کرنی ہے، جنھوں نے سماج بنانا ہے، وہ اس اعتکاف کی حالت میں بیٹھ کر ’’لیلۃ القدر‘‘ کو تلاش کرکے قرآن حکیم کے علوم سے اپنے دور کے مسائل حل کرنے کے لیے علوم کی تحقیق اور کھوج لگائیں، اجتہاد کا کام کریں، فقہی بصیرت پیدا کریں، دینی شعور پیدا کریں۔ محسنین اور عالی درجے کے رہنما لوگوں پر لازم ہے کہ وہ رمضان کے آخری دس دن اعتکاف کریں۔ اس لیے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ بلکہ ان سے بھی پہلے بزرگوں کا یہ معمول رہا ہے۔ شاہ صاحبؒ نے تو اس کو بڑے اہتمام کے ساتھ ’’اربعین ولی اللّٰہی‘‘ کہا ہے کہ رمضان کے تیس دن، اور دس دن اس سے پہلے یا بعد میں، جیسے بھی ترتیب بنے، چالیس دن کا چلہ یا اعتکاف ہو۔

علوم اللہ کی طرف سے آتے ہیں۔ آج سائنس دان اعتراف کرتے ہیں ہم مادہ نہ پیدا کرسکتے نہ فنا کرسکتے ہیں۔ زیادہ زیادہ مادہ ہم دریافت کرسکتے ہیں۔ اس لیے دریافتیں لوگوں کے سامنے آتی رہتی ہیں۔ اب ایک مسلمان کے سامنے چیلنج ہے کہ اگر کوئی نئی مادی دریافت آئی تو وہ اس پر غور وفکر کرے کہ اصول ابراہیمی کے تناظر میں ان ایجادات کے ذریعے انسانی حقوق پورا کرنے کا کیا طریقۂ کار ہو۔

اس لیے دیکھئے اعتکاف کی آیت (2-البقرہ: 187) کے فوراً بعد اگلی آیت میں فرمایا گیا: ’’تم اپنے مالوں کو اپنے درمیان باطل طریقے سے مت کھاؤ۔ حکمرانوں کو رشوت مت دو‘‘۔ نئی نئی ایجادات ہوں گی، مادی اور فلکیاتی چیزیں دریافت ہوں گی اور اس زمانے کے حکمران اس ٹیکنالوجی کو استعمال میں لاکر رشوت خوری کا نظام بنا سکتے ہیں۔ لہٰذا اعتکاف کرنے والے کو غور وفکر کرنا ہے کہ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں کیسے وہ رشوت خوری کے اس نظام کا مقابلہ کرکے انسانی حقوق کی حفاظت کرے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس اُمت پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ آپؐ نے انسانی مسائل کے حل کرنے کے لیے ہر کام کا ایک نظام متعین کردیا۔ آپ دیکھئے کسی کام کے کرنے کا نظام موجود نہ ہو، کوئی سسٹم نہ ہو، ہلڑ بازی ہو تو کوئی کام کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اگر ایک ڈسپلن اور نظم ونسق ہو، ایک نظام ہو، اس کے امور طے ہوں تو وہ کام کرنا بہت آسان ہوتا ہے۔ آج بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہماری مذہبی جماعتیں — پڑھنے پڑھانے والی ہوں یا تبلیغ کرنے والی ہوں — سسٹم اور نظام کو نظرانداز کرتی ہیں۔ اس لیے المیے سے دوچار ہیں، ان کے خیالات منتشر ہیں۔ اس لیے پورے نتائج نہیں حاصل کرپارہیں۔ آپؐ کی سب سے بڑی خصوصیت نظام متعین کرنا ہے۔ رسول اللہؐ کی اس خصوصیت کو سمجھنا، اس کا شعور پیدا کرنا اور اس راستے سے اللہ کی طرف جانا سب سے آسان راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے‘‘۔ (آمین!)

رمضان المبارک میں نوافل کی جماعت کی شرعی حیثیت

تحریر: شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ
مرتبہ: حضرت مفتی سیّد مہدی حسنؒ، صدر مفتی دارالعلوم دیو بند

(شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کا یہ فتویٰ حضرت مولانا مفتی سیّد مہدی حسنؒ، صدر مفتی دارالعلوم دیو بند کے اُس مضمون ''شیخ الاسلام اور فقہ'' سے ماخوذ ہے، جو حضرت مدنیؒ کے وصال پر ''روزنامہ الجمعیۃ دہلی'' کے ''شیخ الاسلام نمبر'' (خصوصی شمارہ، جلد نمبر 43، بروز ہفتہ، ۲۵ر رجب المرجب ۱۳۷۷ھ/ 15 فروری 1958ء) میں ص: 54-55 پر طبع ہوا تھا۔ اس مضمون میں حضرت مدنیؒ کے فقہی مسائل سے متعلق تحریر کردہ غیر مطبوعہ مکتوبات کو جمع کر کے مرتب کیا گیا تھا۔ یہ نمبر بعد میں مکتبہ مدنیہ گوجرانوالا سے بھی چھپا تھا۔ اس تحریر میں حضرت مدنیؒ نے حدیث اور فقہ کی مختلف کتابوں کی عبارات نقل کر کے رمضان کی راتوں میں مطلق قیام کو ثابت کیا ہے اور نفلوں کی جماعت کو جائز قرار دیا ہے۔ مدیر)

جوابِ سوال از جماعتِ نوافل در رمضان غیر تراویح

(امام ابن ہُمامؒ نے ''ھدایہ'' کی شرح ''فتح القدیر'' میں تحریر کیا ہے کہ:)

''و قد صرّح الحاکمُ ایضًا فی ''باب صلوٰۃ الکسوف'' مِن ''الکافی'' بقولہ: ''و یکرہ صلاۃ التّطوُّع جماعۃً ما خلا قیامِ رَمَضان وصلاۃ الکُسوف، وھٰذا خلافُ ما ذکر شیخُ الإسلام''. (امام حاکمؒ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ قیامِ رمضان اور کسوف کی نماز کے سوا نفل کی نماز جماعت کے ساتھ مکروہ ہے۔) (فتح القدیر، جلد اول، باب الاستسقاء، ج:2، ص:91، طبع: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(اسی طرح علامہ شامیؒ نے ''فتاوٰی شامی'' میں لکھا ہے:)

''قُلتُ: و یُؤیِّدہ أیضًا ما فی ''البدائع'' مِن قولہ: ''أنّ الجماعۃَ فی التّطوُّع لیستْ بسُنّۃٍ إلّا فی قیام رمضان'' اھ ... وفیہ: ''... والنّفلُ بالجماعۃ غیر مستحَبّ، لأنّہ لم یفعلْہ الصّحابۃ فی غیر رمضان اھ''.

(''البدائع'' کی عبارت اس کی تائید کرتی ہے کہ: ''نفل نماز کی جماعت قیامِ رمضان کے علاوہ سنت نہیں ہے''۔ اسی طرح اُس میں ہے کہ: ''نفلوں کی جماعت مستحب نہیں ہے، اس لیے کہ صحابہؓ نے رمضان کے علاوہ نہیں پڑھی''۔) (رد المختار (حاشیہ ابن عابدین شامیؒ)، ج:2، ص:604، طبع: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مذکورہ بالا نصوص میں ''قیامِ رمضان'' کی تصریح فرمائی گئی ہے۔ اس کی تخصیص تراویح کے ساتھ نہیں کی گئی، چوں کہ رسول اللہ ﷺ سے تیسری شب میں اور صحابہ کرامؓ سے آخر شب تک نوافل باجماعت پڑھنا منقول ہے، جیسا کہ ''مؤطا امام مالک'' وغیرہ میں بہ کثرت مروی ہے۔ اس لیے تمام وہ نوافل۔ جو رمضان کی راتوں میں پڑھے جائیں۔ مراد ہوں گے، خواہ تراویح ہو یا تہجد، اوائلِ شب (شروع رات) میں ہوں یا اواخرِ شب (آخر رات) میں، جماعت کی اجازت ہوگی۔

(اسی طرح ''مؤطا امام محمدؒ'' میں ''باب قیام شھر رمضان وما فیہ من الفضل'' میں ہے): ''قال مُحمّد: ''وبھٰذا نأخذُ، لا بأس بالصّلاۃ فی شھر رمضان أن یُصلِّیَ النّاس تطوُّعًا بإمامٍ، لأنّ المسلمین قد أجمعوا علٰی ذٰلک''. (امام محمدؒ قیامِ رمضان کی احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: ''ہم بھی اس پر عمل کرتے ہیں۔ کوئی حرج نہیں کہ رمضان کے مہینے میں لوگ ایک امام کے پیچھے نفل نماز پڑھیں۔ اس لیے کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔'') (''مؤطا امام محمدؒ''، ص: 143، طبع: ادارۃ الحرم، لاہور)

(اسی طرح ''صحیح بخاری'' کی شرح ''فتح الباری'' میں ہے):

''باب فضل مَن قام رمضان أی: قام لیالیہ مُصلِّیًا، والمرادُ مِن قیام اللّیل: ما یحصُلُ بہ مطلقُ القیام، کما قدَّمْناہ فی التّھجُّد سواء، وذکر النّوَوِی: أنّ المراد بقیام رمضان: صلاۃ التّراویح، یعنی: أنّہ یحصُل بھا المطلوبُ مِن القیام، لا أنّ قیامَ رمضان لا یکون إلّا بھا، وأغرب الکرمانی فقال: ''اتّفقُوا علٰی أنّ المراد بقیام رمضان: صلاۃ التّراویح''.

(حدیث: ''مَن قام رمضان'' میں ''قیامِ اللیل'' سے مراد مطلق قیام ہے، جیسا کہ ہم نے پیچھے تہجد میں بیان کیا ہے۔ امام نوویؒ نے ذکر کیا ہے کہ: ''قیامِ رمضان سے مراد تراویح کی نماز ہے''۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تراویح پڑھنے سے رات کا قیام حاصل ہوجاتا ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ تراویح کی نماز ہی قیامِ رمضان ہے۔ امام کرمانیؒ کی بات بالکل عجیب وغریب ہے کہ انھوں نے کہا کہ: ''قیامِ رمضان سے مراد تراویح کی نماز ہے۔'') (''فتح الباری''، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان، ج: 5، ص: 2641-2640، طبع: مکتبۃ العصریۃ، بیروت)

(اسی طرح علامہ بدرالدین عینیؒ ''عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری'' میں ''باب فضل مَن قام رمضان'' میں لکھتے ہیں): ''قال الکرمانی: اتّفقوا علٰی أنّ المراد بقیامہ (اللّیل) صلاۃ التّراویح، قلتُ: قال النّوَویؒ: المراد بقیام رمضان: صلاۃ التّراویح، ولکِنَّ الاتّفاق مِن أین أخذہ؟ بل المرادُ مِن قیام اللّیل ما یحصُلُ بہ مطلقُ القیام، سواءٌ کان قلیلًا أو کثیرًا''.

(کرمانیؒ نے یہ کہا ہے کہ: ''رات کے قیام سے مراد تراویح کی نماز ہے''۔ میں (عینی) کہتا ہوں کہ: امام نوویؒ نے قیامِ رمضان سے مراد تراویح کی نماز لی ہے، لیکن امام کرمانیؒ نے اس بات پر اتفاق کہاں سے نقل کیا ہے؟ بلکہ قیام اللیل سے مراد یہ ہے کہ مطلق قیام۔ خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ مراد ہے۔) (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری للعینیؒ، باب فضل من قام رمضان، ج:11، ص:176، طبع: دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(اسی طرح علامہ عینیؒ ''کتاب الایمان'' میں لکھتے ہیں):

و قال العینی ۔ رحمہ اللّٰہ تعالیٰ ۔ فی ''کتاب الإیمان'' مِن ''عمدۃ القاری'' ما نصُّہ: ''ومعنیٰ: ''مَن قام رمضان'': مَن قام بالطّاعۃ فی لیالی

رمَضان، ویُقالُ: یرید صلاۃَ التّراویح، وقال بعضُھم: لا یختصُّ ذٰلک بصلاۃ التّراویح، بل فی أیّ وقتٍ صلّٰی تطوُّعًا حصل له ذٰلک الفضل“.

(حدیث:”مَن قام رمضان“ کا معنی یہ ہے کہ: جس نے رمضان کی راتوں میں اطاعتِ خداوندی میں قیام کیا، بعض لوگوں کے نزدیک اس سے مراد ”صلوٰۃ التراویح“ ہے، اور بعض نے کہا ہے کہ: یہ تراویح کی نماز کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ کسی بھی وقت نفل نماز پڑھی جائے تو اُسے فضیلت حاصل ہوجاتی ہے۔) (عمدۃ القاری، ج:1، ص:367)

نصوص مذکورہ بالا سے مندرجہ ذیل اُمور معلوم ہوتے ہیں:

1۔ جماعتِ نوافل کی کراہت مطلقاً نہیں ہے، بلکہ اس سے کچھ مستثنیات بھی ہیں۔

2۔ مستثنیات میں لفظ ”قیامِ رمضان“ اور ”کسوف“ کو ذکر کیا ہے۔

3۔ امام محمد اور امام حاکم اور صاحبِ ”بدائع“ (علامہ کاسانی) وغیرہ متقدمین (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے لفظِ ”قیامِ رمضان“ ذکر فرمایا ہے، جو کہ مخصوص بالتراویح نہیں ہے۔

4۔ قیامِ رمضان کو مخصوص بالتراویح کرنا قولِ مرجوح ہے، جو کہ علامہ کرمانی اور علامہ نووی -رحمهما الله تعالیٰ- کا قول ہے۔ اس کے خلاف حافظ ابنِ حجر عسقلانی اور امام عینی -رحمهما الله تعالیٰ- تمام نوافل خواہ تراویح ہو یا تہجد یا دیگر نوافل فرمارہے ہیں، اور امام نوویؒ کے قول کو مؤوّل قرار دیتے ہوئے اپنے قول کی طرف لوٹاتے ہیں اور کرمانیؒ کے قول کو غریب اور مخدوش فرما دیتے ہیں۔ اور یہی امر مدلول کے مطابق بھی ہے۔

بنا بریں ”فتاویٰ رشیدیہ“ کی تصریح (جلد ثانی، ص:59 اور جلد اول، ص:49) جس میں مستثنیات کو منحصر تراویح کے ساتھ کیا گیا ہے، قولِ مرجوح پر مبنی ہے۔ پس رمضان کی (راتوں کی) جملہ نوافل کی جماعت خواہ بالتداعی (شمولیت کی دعوت کے ساتھ) ہو یا بلا تداعی (بغیر بلائے)، سب کی ماذون فیہ (اجازت دی گئی ہے،) بلکہ مستحب ہوگی اور تحت ترغیب میں (اس ترغیب میں شامل ہے، جو حدیث نبویؐ) ”مَن قام رمضان“ داخل ہوگی۔ اس پر نکیر کرنا غیر صحیح ہوگا، بلکہ جملہ طاعات طوافِ نفل یا عمرہ نافلہ وغیرہ اس میں محسوب اور مرغوب فیہ قرار دیے جائیں گے۔ کما ذکر العینی - رحمه الله تعالیٰ - ۔

ہم نے حضرت قطبِ عالم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ العزیز کا عمل بھی مکہ معظّمہ میں اسی پر پایا ہے اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ العزیز کا بھی یہی معمول تھا۔ اور حرمین شریفین میں قدیم سے عمل ”سنتِ عشریہ“ وغیرہ کا جو کہ بالخصوص شوافع اور چالیس رکعت کا عمل جو کہ موالک کا معمول بہ تھا اور اہلِ مکہ کا قدیمی عمل ہر ترویحہ (چار رکعت کے بعد) پر اسبوع طواف (طواف کے سات چکر) کا، اسی کا مؤید ہے۔ واللہ اعلم!

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ (یکم ستمبر 1953ء)

تحریر: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

”قیام اللیل“ کے حوالے سے ولی اللّٰہی مشائخ کا معمول

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ”حجۃ اللہ البالغہ“ میں ”باب النوافل“ میں نوافل کی ایک قسم ”قیامِ شہر رمضان“ بیان کی ہے۔ اس کی اہمیت اور راز بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ: ”رمضان کے مہینے میں نوافل کے مشروع ہونے سے مقصود یہ ہے کہ مسلمان ملائکہ کے ساتھ اپنا تعلق قائم کریں اور اُن کے ساتھ مشابہت پیدا کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس حوالے سے دو درجے بیان فرمائے ہیں: ایک عوام کا درجہ ہے، اُن کے لیے رمضان کا روزہ اور فرائض اور واجبات کی ادائیگی پر اکتفا کرنا ہے۔ دوسرا درجہ محسنین کا ہے، یعنی وہ لوگ جو صفتِ احسان حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس درجے میں دن میں رمضان کا روزہ رکھنا ہے اور رمضان کی راتوں میں قیام کرنا ہے۔ اور ایک جگہ اعتکاف کرکے زبان کو فضول باتوں سے بچانا ہے۔ اور خاص طور پر آخری دس دنوں میں کمر کس کے عبادات میں مشغول ہونا ہے“۔ (حجۃ اللہ البالغہ، ج:2، ص:66)

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ: ”لوگوں پر یہ بات آسان نہیں ہے کہ وہ گہرے فکر و تدبر اور مراقبے کے لیے فارغ ہوں اور اُس کے نتائج کو ہمہ وقت اپنی نظروں کے سامنے رکھ سکیں۔ ایسی صورت میں لازم ہے کہ ظاہری اعمال کی کچھ شکلوں کو مقرر کیا جائے، جن میں آیاتِ الٰہی میں غور و فکر کی تمام اقسام ترتیب وار موجود ہوں۔ اور ایسا عملی نظام بنایا جائے، جن میں غور و فکر اور مراقبے کی روح موجود ہو۔ اس کے لیے نبی اکرم ﷺ کو ایسی کتاب قرآن حکیم کی صورت میں عطا کی گئی، جو مراقبے اور غور و فکر کی ان تمام اقسام کی جامع ہے“۔ (حجۃ اللہ البالغہ، ج:2، ص:222-221)

اس تناظر میں ولی اللّٰہی مشائخ نے اپنے خاص متوسلین کی تعلیم و تربیت اور صفتِ احسان کے حصول کے لیے نفلوں میں باجماعت قرآن حکیم پڑھنے کا معمول اختیار کیا ہے۔ اس لیے کہ قلب کی اصلاح اور تزکیے میں کتابِ مقدس قرآن حکیم کی تلاوت اور سماعت بڑی تاثیر رکھتی ہے۔ چناں چہ ولی اللّٰہی مشائخ، خاص طور پر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ اور ان کے سچے متبعین اولیاء و مشائخ کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ صفتِ احسان کے حصول کے لیے ماہِ رمضان المبارک میں ایک جگہ قیام کرتے ہیں اور قرآن حکیم کو نفلوں میں سننے کا خوب اہتمام کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مدنیؒ نے ان حضرات کے معمول کے بارے میں تحریر فرمایا ہے۔ یہ معمول دراصل اپنے مخصوص احباب کے ساتھ اختیار کیا جاتا ہے، نہ کہ عوام کے لیے اسے روا رکھا جائے۔ متاخرین حنفیہ نے تراویح کے علاوہ باجماعت نوافل کی کراہت کا قول اس لیے اختیار کیا کہ کہیں عوام اس کو فرض اور لازمی قرار نہ دے لیں، لیکن مشائخ کی نگرانی میں مخصوص احباب کی تعلیم و تربیت کے لیے ایسا معمول اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اس معمول کے نتیجے میں متوسلین کے قلوب میں قرآن حکیم کی نورانیت سے جو تعلق پیدا ہوتا ہے، وہ دیگر معمولات سے نہیں ہوتا۔ اس لیے محققین مشائخ کی نگرانی اور معیت میں ایسا معمول متوسلین کے لیے فائدہ مند ہونے کا مشاہدہ کیا گیا ہے۔

Monthly **RAHIMIA** Lahore CPL No. 59

اعتکاف کے احکام و مسائل

☆ رمضان کے آخری دس دنوں میں ایسی مسجد میں جہاں پانچ وقت کی نماز باجماعت ہوتی ہو، اعتکاف بیٹھنا سنت ہے۔

☆ رمضان کی بیسویں تاریخ کے شام سورج غروب ہونے سے پہلے اعتکاف شروع ہوتا ہے۔ اور عیدالفطر کا چاند نظر آنے تک اعتکاف کی حالت میں رہنا ضروری ہے۔

☆ پیشاب، پاخانہ اور فرضِ غسل کے لیے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے۔

☆ اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا ہے جہاں نمازِ جمعۃ المبارک نہیں ہوتی، تو جمعۃ المبارک کی نماز کے لیے جامع مسجد میں جانا جائز ہے، اور اندازاً اتنی دیر پہلے مسجد سے نکلے کہ جامع مسجد پہنچ کر خطبہ سے پہلے تحیۃ المسجد اور چار سنتیں پڑھ سکے۔ اور نماز کے بعد سنت پڑھنے کے لیے ٹھہرنا بھی جائز ہے۔

☆ اذان کہنے کے لیے مسجد سے باہر اذان کی جگہ پر جانا جائز ہے۔

☆ نمازِ جنازہ کے لیے جانا بشرطیکہ اعتکاف کی نیت کرتے وقت یہ نیت کر لی تھی کہ ''جنازہ کے لیے جاؤں گا'' تو جائز ہے، اور اگر نیت نہیں کی تو جائز نہیں۔

☆ بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر یا بھول کر مسجد سے باہر چلے جانے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

☆ اسی طرح کسی عذر اور ضرورت کے سبب مسجد سے باہر نکل کر ضرورت سے زیادہ ٹھہرنے اور بیماری یا خوف کی وجہ سے مسجد سے باہر جانے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

صدقۂ فطر کے احکام و مسائل

1۔ صدقۂ فطر ہر عاقل، بالغ، آزاد مالکِ نصاب شخص اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے ادا کرے، بشرطیکہ اس کی نابالغ اولاد کی ملکیت میں ان کے نام الگ سے مال نہ ہو۔ اگر ان کی ملکیت میں الگ مال بقدرِ نصاب ہے تو ان کے مال میں سے صدقۂ فطر ادا کیا جائے گا۔

2۔ صدقۂ فطر کے نصاب کا مالک وہ شخص ہوگا، جس کے پاس ضرورت سے زائد تمام املاک و اشیا اس مقدار میں ہوں کہ ان کی قیمت ساڑھے سات تولہ سونا کے مساوی ہو۔

3۔ احادیث میں درج ذیل اشیا میں سے کوئی ایک درج ذیل مقدار کے مطابق بطورِ صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

(الف) صاعاً من شعیرٍ: یعنی جو (تقریباً 3500 گرام)
(ب) صاعاً من تمرٍ: یعنی کھجور (تقریباً 3500 گرام)
(ج) صاعاً من اقطٍ: یعنی پنیر (تقریباً 3500 گرام)
(د) صاعاً من زبیبٍ: یعنی کشمش (تقریباً 3500 گرام)
(ہ) نصف صاعٍ من بُرٍّ: یعنی گندم (تقریباً 1700 گرام)

موجودہ اوزان (ناپ تول) کے مطابق علمائے کرام نے نصف صاع کو تقریباً 1700 گرام کے برابر قرار دیا ہے اور ایک صاع تقریباً ساڑھے تین کلوگرام کے برابر ہے۔

اگر کوئی شخص جَو یا گندم وغیرہ، غلے کی شکل میں نہ دے سکے تو اپنے علاقے کے نرخ کے مطابق اسی قدر درج بالا اشیا کی قیمت ادا کر دے۔

4۔ جو شخص نصاب کا مالک ہے، اس پر صدقہ فطر واجب ہے، خواہ اس نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں۔

5۔ مستحب یہ ہے کہ صدقہ فطر، عیدالفطر کے دن نمازِ عید سے پہلے ادا کیا جائے۔ اور رمضان المبارک میں بھی ادا کرنا درست ہے۔

6۔ زکوٰۃ کی طرح صدقہ فطر کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ مال سال بھر تک اس کے پاس جمع رہے، بلکہ سال سے کم عرصہ میں بھی بقدرِ نصاب مال کا مالک بن جائے اور عیدالفطر کے دن بھی اس کا مالک ہو تو صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہوگا۔

7۔ عورت پر صرف اپنی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ نابالغ بچوں کی طرف سے ان کی والدہ پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہے۔ یہ ذمہ داری باپ کی ہے۔

8۔ صدقہ فطر، عید کے دن صبح صادق کے وقت سے واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جو شخص صبح صادق سے پہلے فوت ہو جائے، اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں ہے۔ اور جو بچہ صبح صادق کے بعد پیدا ہوا، اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر واجب نہیں۔

9۔ اگر عیدالفطر کے دن صدقہ فطر ادا نہیں کر سکا تو بعد میں ادائیگی اس کے ذمہ برقرار رہے گی، جب تک کہ وہ اُسے ادا نہ کرے۔

عیدالفطر کے احکام و مسائل

رمضان المبارک کے بعد یکم رشوال کو شکرانے کے طور پر دو رکعت نمازِ عیدالفطر ادا کرنا واجب ہے، عیدالفطر کے احکام مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ عیدالفطر کے دن درج ذیل کام مسنون ہیں:
(الف) غسل کرنا۔ (ب) مسواک کرنا۔
(ج) عمدہ کپڑے جو میسر ہوں پہننا۔ (د) خوشبو لگانا۔
(ہ) بالوں میں کنگھا وغیرہ کرنا۔

2۔ صبح سویرے اُٹھ کر عیدگاہ جلد پہنچنے کی کوشش کی جائے۔
نمازِ عید کے لیے جانے سے پیشتر کوئی میٹھی چیز کھانا مسنون ہے۔

3۔ عیدگاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا چاہیے۔

4۔ عید کی نماز پڑھنے کے لیے ایک راستے سے جائے اور نماز کے بعد دوسرے راستے سے واپس آئے۔ عیدگاہ میں اگر ممکن ہو تو پیدل چل کر جائے۔

5۔ راستے میں یہ تکبیریں آہستہ آہستہ پڑھے:
اَللّٰہُ أَکْبَرُ، اَللّٰہُ أَکْبَرُ، لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ، وَ اللّٰہُ أَکْبَرُ، اَللّٰہُ أَکْبَرُ، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

6۔ نمازِ عید کے لیے جماعت شرط ہے۔ لہٰذا اگر کسی وجہ سے کوئی نمازِ عید کی جماعت میں شریک نہیں ہو سکا تو وہ تنہا نمازِ عید نہیں پڑھ سکتا۔

7۔ عید کے دن نمازِ عید سے پہلے نمازِ اشراق یا دیگر نوافل پڑھنا مکروہ ہیں۔ عورتوں، مریضوں اور مسافروں کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔